سیّدی وَ اَبی: سیدعطاءاللہ شاہ بخاری پر ایک نادر کتاب

لاڈلی بیٹی کا اپنے جلیل القدر والد کے حضور گراں قدر نذرانہ

محمد مجاہد سید (جدہ)

کروڑوں دلوں میں ہندوستان کی آزادی اور ملتِ اسلامیہ کی باعزت زندگی کا جذبہ پیدا کرنے والے امیر شریعت حضرت سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ کی سوانح اور افکار پر اگر کوئی دوسرا مؤرخ یا محقق روشنی ڈالتا تو ممکن ہے کہ وہ تحقیق کا حق ادا کرنے کی کوشش میں ہزار ہا بلکہ لاکھوں صفحات پر مبنی تاریخی ریکارڈ کھنگال ڈالتا کیونکہ امیر شریعت کی زندگی اور کارنامے 20ویں صدی کی دوسری دہائی سے قیامِ پاکستان کے بعد تا دمِ مرگ (1961ء تک) ایک طویل زمانے پر محیط ہیں چونکہ یہ زمانہ آزادیٔ ہند، تحریکِ خلافت اور تحریکِ پاکستان کے ساتھ ساتھ قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کی تحریک سے مملو ہے۔ اس لیے اس پر قلم اٹھانے کے لیے مختلف قائدین تحریک کی سوانح سے واقفیت کے ساتھ ساتھ تحریکات کے نشیب و فراز اور ان کے منطقی انجام تک پہنچنے کی جانکاری بھی نہایت ضروری ہے لیکن اس جانکاری کے باوجود اس کا بھی قوی اندیشہ ہے کہ ان امور پر قلم اٹھانے والا شخص عام مؤرخین کی طرح خشک اور بے مغز ہو کر رہ جائے اور اس کی محنت شاقہ سے نہ تو اسے بہت فائدہ پہنچے اور نہ ہی اس کے قارئین کو۔

''سیّدی وَ اَبی'' حضرت امیر شریعت سید عطاءاللہ شاہ بخاریؒ کے شب و روز کی تپش اور گداز کا آنکھوں دیکھا حال ہے جسے آپ کی دختر سیّدہ صادقہ الموسوم سیّدہ اُم کفیل بخاری (جو اَب حضرت امیر شریعت کی اولاد میں سب سے بڑی ہیں) نے تحریر کیا ہے۔

320 صفحات پر مشتمل اس کتاب کے مطالعہ کے دوران بہت مرتبہ حضرت امیر شریعت اور آپ کے اہل خانہ کے توکل، آزمائشوں اور غم و اندوہ نے راقم الحروف کے دل کو اس درجہ رنجیدہ اور بے حال کیا کہ آنکھ سے آنسو کب ڈھلک پڑے۔ یہ معلوم بھی نہیں ہوا۔ یہ کتاب ترتیب کے لحاظ سے صرف 2 ابواب رکھتی ہے۔ خود مصنفہ کے فرزند سید محمد کفیل بخاری کے الفاظ میں:

''پہلا باب سوانحی تذکرہ ہے۔ یہ 1988ء کے اسی مضمون کا تتمہ و تکملہ ہے جو 22 صفحات شروع ہو کر اب 134 صفحات میں پھیل چکا ہے۔ والدہ ماجدہ جب بھی کوئی واقعہ سناتیں، میں فوراً درخواست کرتا کہ اسے تحریر فرما دیں۔

یوں مسلسل اضافوں سے اس مضمون نے کتاب کی شکل اختیار کر لی۔ اب اس کتاب میں ان (والدہ) کی درج بالا تمام تحریریں شامل ہیں۔ قارئین کی سہولت اور تفہیم کے لیے عنوانات میں نے لگائے ہیں۔ نیز دو تین مقامات پر حواشی بھی۔

دوسرے باب میں مکاتیب امیر شریعت ہیں۔ یہ کل 23 مکاتیب ہیں جنھیں زمانی ترتیب سے پیش کیا جارہا ہے۔ یہ سب غیر مطبوعہ نجی خطوط ہیں اور پہلی بار شائع ہو رہے ہیں۔

پہلا خط حضرت امیر شریعت کا اپنی والدہ ماجدہ رحمہما اللہ کے نام ہے۔ 19 خطوط اپنی بیٹی (جنھیں وہ ''بٹیا'' کہتے) کے نام ہیں جن میں 14 خطوط تحریک ختم نبوت 1953ء کے ایام اسیری میں سنٹرل جیل سکھر اور سنٹرل جیل لاہور سے تحریر کردہ ہیں۔ جب کہ 5 خطوط 1954ء میں رہائی کے بعد کے ہیں۔ ایک خط اہلیہ کے نام، ایک منہ بولی بیٹی کے نام اور ایک سمدھی کے نام۔ ان خطوط کے حواشی والدہ ماجدہ مدظلہا نے تحریر فرمائے ہیں۔''

2 ابواب پر مشتمل اس کتاب کا پہلا باب آنسوؤں اور خون سے لکھا گیا ہے۔ دوسرے باب میں ایک جرأت مند، حق گو، حق پرست، صالح اور شفیق والد کے علاوہ ایک عظیم عملی مسلمان کا نقش موجود ہے جو 10 برس تک ایک قید خانے سے دوسرے قید خانے میں اللہ اکبر کی صدا اور تلاوتِ کلام مجید کے انوار سے سیہ خانوں کی راتوں کو اس طرح منور کرتا ہے کہ ہندو سپرنٹنڈنٹ جیل روتے ہوئے آ کر درخواست کرتا ہے کہ شاہ جی اب تلاوت بند کر دو کیونکہ اب مجھ سے رویا نہیں جاتا۔

ایسی صالح روح جو انگریز سے آزادی کے بعد پاکستان میں نظامِ الٰہیہ کو جاری رکھنا چاہتی تھی اور ایسی غیرت مند ہستی جو ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر پروانہ وار نثار ہوتی تھی۔ اس کے گھر والوں کے ساتھ پولیس کا ایسا توہین آمیز رویہ! جب بیٹی نے ماں اور خود اپنی توہین کی تفصیل قید و بند کے شکار غیرت مند والد کو لکھ بھیجی تو صابر و شاکر باپ کی بیٹے کو نصیحت ملاحظہ ہو:

> ''ہوا ہی کیا ہے؟ یہی کہ تمہاری اماں اور بہن کے سامنے پولیس والوں نے بدزبانی کی اور گالیاں بکیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت کے تحفظ کے لیے اس سے بھی زیادہ بدسلوکی ہوتی تو ہماری سعادت ہوتی۔ اگر تمہاری اماں اور بہن کو گھسیٹ کر سڑک پر لاتے اور انھیں مارتے تو میں سمجھتا کہ تحفظ ختم نبوت کا کچھ حق ادا ہوا۔ اللہ کے دین کے کام میں سختیاں اور امتحانات نہ آئیں اور مار نہ پڑے، یہ ہو نہیں سکتا۔ دین کا کام کرو گے تو مار بھی پڑے گی۔ اس کے لیے اپنے آپ کو ہر وقت تیار رکھو۔ تمہیں تو معلوم ہے کہ نبی خاتم صلی اللہ علیہ وسلم جیسی رؤف و رحیم ہستی کو دین کے نام پر کتنی تکالیف اٹھانی پڑیں۔ جانتے نہیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کو زخمی کیا گیا اور وہ اسی زخم سے شہید ہوئیں۔ ہماری کیا حیثیت ہے؟ اس لیے صبر کرو اور دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس حقیر سی قربانی کو قبول فرمائے۔ آمین۔''

یہ تحریر حضرت عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی ہے جنھیں ہندوستان کی جنگِ آزادی کے دوران ہر انگریز افسر، تمام جماعتوں کے مسلم وغیر مسلم اعلیٰ قائدین نظریاتی اختلافات کے باوجود نہایت احترام ومحبت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ حضرت امیر شریعت کی خطابت، قائدانہ صلاحیت، بے نفسی اور غیرت کے دشمن بھی معترف تھے۔

حضرت امیر شریعت کی اسیری اور آپ کے بیٹے کی روپوشی، اہلیہ اور بیٹی کی شدید بیماری کے دوران مخبروں کی حرکتیں اور محلے والوں کا نفاق و بے حسی اور محسن کشی شرمناک حقائق سے پردہ اٹھاتے ہیں۔ ان کڑوی حقیقتوں کے باوجود امیر شریعت کا صبر بلکہ خطوط اور گفتگو میں قدرے ظرافت کا پہلو آپ کی بلند ہمتی اور زندہ دلی کی بڑی خوبصورت اور وقیع دلیل ہے۔ حضرت امیر شریعت نہایت پُر جوش، خوش دل، مہمان نواز، بہادر، دوست دار اور مرعوبیت سے بہت دور عجز وانکسار کے باوجود نہایت خود دار اور بے لوث شخصیت کے حامل تھے۔ یہ نقش دونوں ابواب سے بہت عمدہ انداز میں ابھرتا ہے۔

سوانح کے ساتھ ساتھ حضرت امیر شریعت کے افکار بھی قاری کے دل میں آپ کی شخصیت کا احترام واعتبار پیدا کر کے یہ عظیم سبق دیتے ہیں کہ ہر سچے مسلمان کو قومی، مسلکی، جماعتی، لسانی اور سیاسی تعصّبات سے بلند ہو کر اسلام کی سربلندی کے سلسلے میں کوشاں رہنا چاہیے۔ خواہ حق کی حمایت میں دنیا بھر کی طعنہ زنی اور ملامت کا نشانہ بننا پڑے یا راہِ حق میں تمام طرح کی آزمائشوں کا سامنا کرنا پڑے۔ ایماندار، مخلص، شریف باپ کی شریف بیٹی کی تحریر کردہ یہ کتاب مسلم بلکہ غیر مسلم قاری کے لیے بھی نہایت سبق آموز، سچے اخلاق اور انسانیت کے درس سے پُر ہے۔ اس کا قوی امکان ہے کہ یہ زندہ تحریر مختلف زمانوں میں اعلانِ حق کرتی رہے گی۔

حضرت امیر شریعت کے زورِ خطابت کا لوہا مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد اور موتی لعل نہرو جیسے بڑے مقررین بھی مانتے تھے۔ علاوہ ازیں غیر منقسم ہندوستان میں شمال، جنوب اور مغرب ومشرق میں 40 سال تک آپ کی آواز نے ہندو مسلم، سکھ اور عیسائی مذاہب کے ماننے والوں کو ہندوستان کی آزادی اور دینِ اسلام کی عظمت کا سبق اس طرح دیا تھا کہ آپ کے گھر پر ہر جماعت، ہر مسلک کے چوٹی کے قائدین کے علاوہ ادباء اور شعراء کا ایسا جمگھٹا رہتا تھا جس کی مثال نہیں ملتی۔ بلاشبہ تحریر وتقریر کے لحاظ سے یہ زمانہ غیر منقسم پنجاب میں اردو کا سنہرا دور کہا جاسکتا ہے۔ ممکن ہے کہ میرے اس خیال سے بہت سے لوگ اتفاق نہ کریں۔ اگر آپ ہندوستان میں رہ جاتے تو کم از کم مرکزی سطح کے وزیر ہوتے یا پھر کل ہند جمعیت العلماء سے بھی بڑی کسی جماعت کے سربراہ ہوتے۔

زیرِ مطالعہ کتاب حضرت امیر شریعت کے سوانح وافکار کے علاوہ نہایت اعلیٰ پائے کی نثر کا نمونہ بھی ہے جس میں ادبیت کی چاشنی بھی جابجا موجود ہے۔

(مطبوعہ: ہفت روزہ ''اردو میگزین'' جدہ، 10 جولائی 2009ء)